اقتصادی بحران .... (اداریہ)
حکمران اور رعایا کے لئے یکساں لمحہ فکریہ

یوں تو وطن عزیز بیک وقت کئی بحرانوں سے دو چار ہے کرپشن پوری طرح تمام محکموں میں اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے۔ تعلیم کا شعبہ تباہی کے کنارے پر ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو پوری قوت کے ساتھ مسخ کیا جا رہا ہے۔ اور مادر پدر آزاد مغربی ثقافت کو مسلط کرنے کی ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ غرضیکہ کونسا شعبہ ہے جس میں بحران نہیں ہے اور خاص کر اقتصادی بحران کی وجہ سے ملک دیوالیہ ہونے کے قریب ہے اور اس کا مالیاتی نظام عالمی مالیاتی اداروں کا مرہون منت ہے۔ اور ملک مکمل طور پر ادھار پر چل رہا ہے۔ روپے کی قیمت میں بالکل استحکام نہیں ہے۔ اس کے بہت سارے اسباب و عوامل ہو سکتے ہیں لیکن ہم نہایت اہم مسائل کی طرف تمام طبقوں کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کا سدباب کیا جا سکے۔ اور ملک کی اقتصادی صورت بہتر ہو سکے۔ موجودہ خودساختہ اقتصادی بحران کے پہلے ذمہ داران برسر اقتدار طبقہ ہے۔ جس میں صدر، وزیراعظم، وزراء ممبران پارلیمنٹ، بیوروکریٹ افسران ملوث ہیں۔ جن کے غیر ضروری اخراجات میں دن بدن کروڑوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کی حفاظت آسائش، رہائش اور عیش و عشرت کے لئے کروڑوں کا بجٹ رکھا جاتا ہے۔ اس بات کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر نے اپنے تین گھروں کو سرکاری رہائش گاہ (President House) قرار دے کر کروڑوں کی تزیین و آرائش کرالی۔ (نوائے وقت لاہور)

اب جس ملک کا سربراہ اتنا بے رحم ہو کر عوام کی خون پسینے کی کمائی محض آرائش پر بے دریغ خرچ کر رہا ہو اس سے خیر کی توقع کیا کی جا سکتی ہے۔ اس پر بس نہیں بلکہ مختلف موسموں میں جناب صدر اپنے رفقاء کے ہمراہ مختلف علاقوں

میں شکار کھیلنے جاتے ہیں اور اخباری مصدقہ اطلاعات کے مطابق لاکھوں روپیہ قومی خزانے سے اس پر صرف کیا جاتا ہے محض صدر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور ان کی تفریح طبع کے لئے۔ اتنا بڑا بوجھ قومی خزانے پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اور اس بہتی گنگا میں تمام افراد بھی اپنے ہاتھ صاف کرتے ہیں اور جناب صدر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے دیگر محکموں کے فنڈز سے بھی کٹوتی کی جاتی ہے۔ اور اضافی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں۔ یہی حال وزیراعظم اور ان کے رفقاء کا ہے۔ حال ہی میں وزیراعظم نے اپنے لئے متعین ٹریفک پولیس کو ایک ہوٹر امریکہ سے درآمد کر کے دیا جس کی مالیت دس لاکھ روپیہ ہے کیونکہ اس ہوٹر کی آواز انہیں بہت پسند ہے۔ ایک طرف اخراجات میں کمی کا واویلا کیا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف محض ایک ہوٹر پر اتنی بڑی خطیر رقم خرچ کر دی گئی بے رحم وزیراعظم عوام کی بھلائی اور خیر خواہی کیسے کر سکتی ہیں' آئے دن مختلف سکینڈل اور مالیاتی بدعنوانیوں کے قصے اخبارات کی زینت بنتے ہیں لیکن کیا مجال ہے کہ حکومت ان کا نوٹس لے۔ بلکہ انہیں دبا دیا جاتا ہے۔ اور اربوں روپیہ خورد برد کر دیا جاتا ہے اور پھر اس خسارے کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے ٹیکس لاگو کئے جاتے ہیں اور دن بدن ان کی شرح میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے جن سے مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے غریب اور متوسط طبقہ پس کر رہ گیا ہے اور عوام بلبلا اٹھے ہیں۔ لیکن حکومت نے آج تک اس کا نوٹس نہیں لیا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ حکومت عوام پر کم ازکم بوجھ ڈالے ' اپنے غیرضروری اخراجات کو نہ صرف کم کرے بلکہ ختم کرے۔ اور اپنی ضرورتوں کو محدود کرے محض آرائش و زیبائش پر کروڑوں روپے صرف کرنے کی ریت اب ختم ہونی چاہیے۔ غیر ملکی دوروں کو محدود کریں تو کوئی خاص وجہ نہیں کہ حکومت کے اخراجات میں کمی واقع نہ ہو اور اس طرح خود بخود نئے ٹیکس کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ پرانے ٹیکس کی

شرح میں بھی اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

موجودہ حکومت کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے یہ اعداو و شمار ملاحظہ فرمائیں جو نوائے وقت نے مورخہ 26 اگست کے پرچہ میں شائع کئے ہیں۔ جب سے یہ حکومت آئی ہے۔ اس نے اٹھارہ ارب ڈالر کے بیرونی قرضوں میں چودہ ارب ڈالر کا اضافہ کیا۔ اندرونی قرضوں میں دو سو ارب کا۔

ٹیکسوں اور مہنگائی کے ذریعے اس حکومت نے اب تک ۶۲۵ ارب روپے اضافی وصولیاں کیں۔ گویا ۱۹۹۳ء سے لے کر اب تک یہ حکومت براہ راست اور قوم پر قرضے چڑھا کر ۸۹۶ ارب روپے فالتو لے چکی ہے۔

یہی حال ہمارے سرمایہ دار طبقوں کا ہے ایک طرف اس بات کا واویلا ہے کہ مہنگائی ہو گئی ہے اور حکومت نے کاروبار تباہ کر دیا ہے لیکن کسی بھی اعلیٰ سوسائٹی کی کالونیوں میں چلے جائیں ۔ دو سے چار کنال کی کوٹھیاں نظر آئیں گی جن پر کم از کم پچاس لاکھ سے ایک کروڑ روپیہ خرچ کیا ہوتا ہے۔ اور بڑی لگژری گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ اس دوڑ میں اب تمام بڑے لوگ شامل ہیں۔ جس کا نتیجہ ہے کہ اصل روپیہ مٹی میں مل کر رہ گیا ہے اور لوگ پریشان ہیں۔ اور اپنی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ بلکہ غلط طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ کروڑوں کے قرضے لئے جاتے ہیں اور ہڑپ کر جاتے ہیں۔ آخر وہ لوگ کون ہیں جو نادہندگان میں شمار ہوتے ہیں۔ یقیناً وہ بھی ہم میں سے ہیں۔ رعایا اور حکمران دونوں مل کر اس ملک کو تباہی کی طرف لے جارہے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک صالح نظام نافذ کیا جائے جو بگڑی ہوئی صورت حال کو سنبھال سکے۔ سابقہ اقوام میں بھی ایسی صورت حال پیدا ہوئی اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں۔ اس ضمن میں یہاں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ جس سے میں انہوں صالح اقتصادی نظام پر بحث کرتے

ہوئے اس حقیقت کو نمایاں کیا کہ اسلام میں اقتصادی نظام کا اخلاقی اور مذہبی نظام کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے:

"جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انھوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور آخرت تک کو بھلا دیا اور شیطان نے اس پر غلبہ کر لیا تو اب ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہو گئے اور ان میں ہر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے اور اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے مختلف گوشوں سے وہاں ایسے ماہرین جمع ہو گئے جو بے جا عیش پسندوں کو داد عیش دینے کے لئے عیش پسندی کے نئے طریقے ایجاد کرنے اور سامان عیش مہیا کرنے کے لئے عجیب غریب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے اور قوم کے اکابر اس جد وجہد میں مشغول و منہمک رہنے لگے کہ اسباب تعیش میں کس طرح وہ فائق ہو سکتے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کر سکتے ہیں۔ حتی کہ ان کے امراء اور سرمایہ داروں کے لیے یہ سخت عیب اور عار سمجھا جانے لگا کہ ان کی کمر کا پٹکہ یا سر کا تاج ایک لاکھ درہم سے کم قیمت ہو' یا ان کے پاس عالیشان سربفلک محل نہ ہو جس میں پانی کے حوض' سرد و گرم حمام' بے نظیر پائیں باغ ہوں اور ضرورت سے زائد نمائش کے لئے بیش قیمت سواریاں حشم وخدم اور حسین و جمیل باندیاں موجود ہوں اور صبح و شام رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوں اور جام و سبو سے شراب ارغوانی چھلک رہی ہو اور فضول عیاشی کے وہ سب سامان مہیا ہوں جو آج بھی تم عیش پسند بادشاہوں اور حکمرانوں میں دیکھتے ہو اور جس کا ذکر قصہ طولانی کے مترادف ہے۔

غرض یہ غلط اور گمراہ کن عیش ان کے معاشی نظام کا اصل الاصول بن گیا تھا اور کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ یہ صرف نوابوں اور امراء کے طبقہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا' بلکہ پوری مملکت میں ایک عظیم الشان آفت کی طرح سرایت کر

گیا تھا اور عوام و خواص سب ہی میں یہی جذبہ فاسد پایا جاتا اور ان کے معاشی نظام کی تباہی کا باعث بن رہا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ مملکت کی اکثریت پر یہ حالت طاری ہو گئی کہ دلوں کا امن و سکون مٹ گیا تھا۔ ناامیدی اور کاہلی بڑھتی جاتی تھی اور بہت بڑی اکثریت رنج و غم اور آلام و مصائب میں گھری نظر آتی تھی۔ اس لیے کہ ایسی مفرطانہ عیش پرستی کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم اور آمدنی درکار تھی اور وہ ہر شخص کو درکار نہ تھی۔ البتہ اس کے لئے بادشاہ، نواب، امراء اور حکام نے معاشی دستبرد شروع کر دی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشتکاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کارپردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں۔ ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنا دیا جو آبپاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں اور پھر کارکنوں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی ضروریات و حاجات کے مطابق کچھ پیدا کر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ ہے ظلم و بداخلاقی کی انتہاء ہو گئی تھی۔ اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو اپنی اخروی سعادت و فلاح اور خدا سے رشتہ بندگی جوڑنے کے لئے بھی مہلت نہ ملتی تھی۔ اور اس فاسد معاشی نظام کا ایک مکروہ پہلو یہ بھی تھا کہ جن سمتوں پر نظام عالم کی بنیاد قائم ہے وہ اکثر یک قلم متروک ہو گئیں۔ اور امراء و روساء کی مرضیات و خواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بہتر حرفہ شمار ہونے لگا اور جمہوریت کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقی کا نمونہ بن گئی تھی اور ان میں سے اکثر کا گزارہ بادشاہوں کے خزانوں سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہو گیا۔ مثلاً ایک طبقہ جہاد کئے بغیر باپ دادا کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ خوری کر رہا ہے۔ تو دوسرا مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہے۔ کوئی بادشاہ اور امراء کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام سے

وثیقہ پا رہا ہے تو کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے زمرہ میں مالی استیصال کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسب معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا۔ اور ایک بڑی جماعت چاپلوسی مصاحبت، چرب لسانی اور درباداری کو ذریعہ معاش بنانے پر مجبور ہوگئی اور یہ ایک ایسا فن بن گیا تھا کہ جس نے ان کی افکار عالیہ اور ذہنی نشوو نما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست و ارذل زندگی پر قانع کر دیا۔ پس جب یہ فاسد مادہ وبا کی طرح پھیل گیا اور لوگوں کے دلوں تک سرایت کر گیا تو ان کے نفوس و نایت و خست سے بھر گئے اور ان کی طبائع اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں، اور ان کے تمام اخلاق کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس فاسد معاشی نظام کی بدولت پیش آیا جو عجم و روم کی حکومتوں میں کارفرما تھا، آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض نا قابل علاج حد تک پہنچ گیا تو خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اکھڑ جائے اور اس کا قلع قمع ہو جائے۔

اس نے ایک نبی امی ﷺ کو مبعوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا، وہ آیا اور اس نے روم فارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم و روم کے رسم و رواج کے خلاف صحیح اصولوں پر ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی۔

اس نظام میں فارس و روم کے فاسد نظام کی قباحت کو اس طرح ظاہر کیا گیا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو یک قلم حرام قرار دیا۔ جو عوام و جمہور پر معاشی دستبرد کا سبب بنتے اور مختلف عیش پسندیوں کی راہیں کھول کر حیات دنیوی میں بے جا انہماک کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات اور حریر و دیبا کے نازک کپڑوں کا استعمال اور انسانی نفوس کے لئے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ہر قسم کے چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال اور عالیشان کوٹھوں اور رفیع الشان محلات و قصور کی تعمیر اور مکانوں میں فضول

زیبائش و نمائش وغیرہ کے یہی فاسد نظام کے ابتدائی منازل اور معاشی نظام کا منشا اور مولد ہیں۔ بہرحال خدائے تعالیٰ نے اس ہستی کو اخلاق کریمانہ اور نیک نہادی کے لئے معیار اور طاہر و پاک امور کے لئے میزان بنا دیا۔" (اسلام کا اقتصادی نظام)

ہماری حالت سابقہ اقوام سے مختلف نہیں' ہم نے بھی اسلام کے سنہری اصولوں کو طاق نسیان میں رکھ دیا اور ریا کاری جاہ و حشمت' نمود نمائش میں ایسے منہمک ہوئے ہیں کہ آخرت کی فکر دل سے نکل چکی ہے۔ اپنی ہوس اور خواہشات کی تکمیل میں نا جانے کتنے غریب لوگوں کی جائز و ناجائز ضرورتوں کو کچل دیتے ہیں اور ان کا کھلے عام تمسخر اڑاتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ حکمران ہوش کے ناخن لیں اور اپنے طور اطوار درست کر لیں۔ اور عوام کے خادم بن کر ان کی خدمت کریں اور عوام سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی نمود نمائش اور روپے پیسے کی ریل پیل میں تجاوز نہ کریں۔ اسلامی حکومت میں رہیں۔ ایسی صورت میں جو توازن اسلام نے غریب اور امیر میں پیدا کیا ہے وہ بحال ہو سکے اور تمام لوگ سکھ کا سانس لیں گے اور یہ اقتصادی بحران بھی نظر نہ آئے گا۔ ان شاء اللہ

بقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامی نظریہ تعلیم کی بھی یہی خصوصیات ہیں۔ عصر حاضر میں مادیت کی دوڑ بے سکونی اور بے مقصد تعلیم کا حل یہی ہے کہ مذہبی و روحانی تعلیم حاصل کی جائے۔ مسلمان سائنسی علوم بھی حاصل کریں تاکہ وہ جدید دور میں مغرب کا مقابلہ کر سکیں۔ حضور ﷺ نے اپنے دور میں زرعی تعلیم کے بل بوتے پر زرعی میدان میں عرب کو اس قدر خود کفیل کر دیا تھا کہ آپ نے بیرونی ممالک کو بھی گندم بھجوائی۔ حضور ﷺ نے بطور معلم دین اور دنیا دونوں کی تعلیم دی۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے: " اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔"